مغازی معمر بن راشد تعارف وتجزیہ

Introduction and Analysis of Maghazi Ma'mar Bin Rashid

ڈاکٹر سید عزیز الرحمن*

ABSTRACT:

Ma'mar Bin Rashid (714 CE) was born in Basra. Ma'mar was belonged to wing of powerful Arab clan Azd. That wing name Hādān was comprised over people who were once slaved. Azd clan had a strong hold on Ma'mar birthplace, Basra and adjacent area like Oman. Like other scholars of that age Ma'mar was also a Persian descendent. Basra was not a Persian city indeed but built as a miltiray camp for Arab Army over the ruin of some dwellings. Beside the river bank and beneath the stones of Basra the ruin of wahshat Abad UrdShair was laying. Book Al-Magazi written by Ma'mar bin Rashid on life of Prophet Muhammad pbuh is considered a highly notable work of that era. This literary work got importance from many dimensions. This work achieved high value as oldest, fine and classical piece of work on Prophet Muhammad pbuh life. It dates back to second century after Hijra. It also reflects the culture and civilization of that era. It is recorded in Arabic language. This book is not only useful for scholars but for common people too. This book contains sufficient material about the history of Prophet Muhammad PBUH companions. So as a primary source it is inevitable to explore which types of efforts were made by early Muslims to record and repress-ent Prophet Muhammad PBUH life. Introduction and analysis of Ma'mar work will be done in following lines.

Key words: Ma'mar Bin Rashid, Al-Magazi, history, life of Prophet Muhammad.

مغازی معمر بن راشد 69ھ / 417ء بصرے میں پیدا ہوئے۔ معمر عرب کے ایک طاقت ور قبیلے ازد کی ذیلی شاخ حدان کے موالی یعنی آزاد کردہ غلاموں سے تعلق رکھتے تھے۔ عرب کے اس قبیلے کا معمر کی جائے پیدائش بصرہ اور عمان کے علاقوں پر بڑا گہرا اثر ور سوخ تھا[1] اس دور کے کئی اور علما کی طرح معمر کا تعلق بھی ایرانی نسل سے تھا۔ ان کا آبائی علاقہ بصرہ کوئی ایرانی شہر نہیں تھا بل کہ عرب فوج کے لیے قلعے کے طور پر ایرانی آبادی کے کھنڈرات پر بنایا گیا تھا، جس سے پہلے یہاں شط العرب کے کنارے وہشت آباد ارد شیر کے نام سے ایک آبادی تھی[2]۔ بعد میں حضرت معمر بن راشد صنعا، یمن میں منتقل ہوگئے، یمن میں ان سے قبل کسی محدث کا ذکر نہیں ملتا، اس لیے ان کی وہاں خوب آؤ بھگت ہوئی، انہیں وہاں رہنے کی ترغیب دی گئی۔ پھر وہیں ان کی شادی بھی ہوگئی، تو انہوں نے صنعا ہی میں سکونت اختیار کرلی۔ یہیں ان کی وفات ہوئی۔ گو اس دوران ان کا بصرہ آنا جانا رہا۔[3]

تحصیل علم

معمر بن راشد کہتے ہیں کہ 110ھ میں انہوں نے تحصیل علم شروع کیا۔ قرآن وحدیث کی تحصیل کی اور اپنے علاقے کے معروف

---

*Director, Regional Dawa Center, Karachi.
Email: syed.azizurrahman@gmail.com

اہل علم سے استفادہ کیا۔ 14 برس کی عمر میں حضرت قتادہ سے سماع کیا، میں جو کچھ ان سے سنتا میرے ذہن پر نقش ہو جاتا، پھر رصافہ میں ابن شہاب زہری سے استفادے کے لیے حاضر ہوا۔ ابن شہاب زہری کے پاس جانے اور ان سے استفادے کا قصہ بھی دل چسپ ہے، معمر کہتے ہیں کہ میں بنو ازد کا غلام تھا، میرے مالک نے مجھے پارچہ فروشی کا حکم دیا، میں مدینہ منورہ میں ایک مقام پر آیا تو وہاں دیکھا کہ ایک عالم بزرگ کے سامنے لوگ پڑھ رہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔[4]

ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ معمر بن راشد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد، ہمام بن منبہ سے حدیث کے حصول کے لیے یمن کا رخ کیا۔ یمن ایسا علاقہ تھا کہ وہاں اس سے قبل اس پائے کا محدث کوئی نہیں جا سکا تھا، اس لیے اہل یمن نے انہیں اپنے ہاں قیام کرنے کی ترغیب دی۔ چناں چہ انہوں نے وہیں شادی کر لی، اور یمن کے ہو رہے۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ بصرے سے جب یمن گئے تو وہاں ان کی گمشدگی کا چرچا ہو گیا، برسوں ان کے بارے میں اطلاع نہ مل سکی۔ ان کے شاگرد عبد الرزاق کا اپنا بیان ہے کہ معمر بن راشد کا انتقال صنعا، یمن میں ہوا، وہ کہتے ہیں کہ میں بھی جنازے میں شریک تھا۔[5]

معمر بن راشد بیس برس سے زائد یمن مقیم رہے، وہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جنازے میں بھی شریک تھے، انہوں نے خاص طور پر ابن شہاب زہری سے استفادہ کیا۔ اس کی روایت وہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ غلام تھے، ان کے مالک نے کپڑے فروخت کرنے کا کام ذمے لگایا، وہ مدینے پہنچے، جس جگہ قیام کیا وہاں ایک عالم (زہری) کو دیکھا کہ درس کا سلسلہ جاری ہے اور طالبانِ علم ان سے استفادہ کر رہے ہیں، تب انہوں نے ان کی مجلس اختیار کر لی[6]۔ امام بخاری نے معمر کا اپنا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے 110ھ میں ہی حضرت حسن بصری کے وفات والے سال تحصیل علم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، نیز، چودہ برس کی عمر میں حضرت قتادہ سے ملاقات اور استفادے کا شرف حاصل کیا۔ معمر یہ بھی کہتے ہیں کہ قتادہ سے جو کچھ حاصل کیا وہ سب میرے سینے پر نقش ہے[7]۔ معمر بن راشد کی وفات 57 یا 58 سال کی عمر میں 153ھ میں ہوئی۔[8]

کتاب المغازی کے اس مخصوص مجموعے کا آغاز ایک مزید ار قصے سے ہوتا ہے۔ کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ معمر ابن راشد ایک ایرانی غلام تھے۔ ان کا تعلق بصرے سے تھا۔ وہ اسلام کی سرزمین میں قبیلہ ازد سے تعلق رکھنے والے اپنے مالکوں کا سامان تجارت لے کر داخل ہوئے۔ ملک شام میں خرید و فروخت کے دوران چلتے چلتے معمر بن راشد نے مروندیوں کے ایک امیر اور طاقت ور دربار تک رسائی حاصل کی، جس میں جگہ بنانے کے لیے بہت بہادری درکار تھی۔ مروندی شاہی خاندان تھا جس نے اموی خلافت کے دوران دوسری صدی کے نصف اول تک حکومت کی تھی۔ جب معمر دربار میں داخل ہوئے تو خوش قسمتی سے وہاں ایک شادی کی تقریب میں شاہی ضیافت کی تیاریاں ہو رہی تھیں، اس تہوار کے لیے معمر کا سامان تجارت ہاتھوں ہاتھ خرید لیا گیا۔ معمر اگرچہ ایک غلام تھے لیکن شاہی خاندان نے اس کے ساتھ فیاضی کا معاملہ کیا، اور ان کے مال کو منہ مانگے داموں خرید لیا۔ معمر نے کسی حد تک جرأت کرتے ہوئے کسی غیر معمولی قسم کے معاوضے کے حصول کے لیے بولنا شروع کیا اس نے صدا بلند کی کہ میں ایک غلام ہی ہوں آپ مجھے جتنے مال و دولت سے نوازیں گے وہ سب میرے مالک کے قبضے میں چلا جائے گا۔ اس مال کی جگہ بہ راہ کرم میری طرف سے اس آدمی (ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے بات کریں کہ مجھے پیغمبر (علیہ

السلام) کی روایت احادیث تک رسائی دے۔ جس آدمی کی طرف معمر نے اشارہ کیا تھا وہ اس وقت اپنے دور کے سب سے بڑے عالم دین ابن شہاب زہریؒ (م124ھ /742ء) تھے۔ در حقیقت ابن شہاب زہریؒ سے پیغمبرﷺ اسلام اور ان کے اولین صحابہ سے متعلق بے شمار احادیث مروی ہیں، جنہیں معمر ابن راشد نے اپنی اس کتاب کا حصہ بنایا ہے۔[9]

اس وقت حدیث یا علم کے بہت بڑے ذخیرے کو زبانی طور پر ایک مجلس میں پیش کرنے کو بہت بڑی قابلیت سمجھی جاتی تھی اور اس پر استاد کے علم کی بڑی ستائش بھی کی جاتی تھی۔ اس تناظر میں عبد الرزاق کا یہ بیان کہ میں نے اپنے استاد معمر کو کبھی کتاب کے ساتھ نہیں دیکھا، سوائے بہت لمبی روایات کو بیان کرتے وقت کے، کہ اس وقت وہ کتاب کو نکالتے اور اس میں سے بیان کرتے، عبد الرزاق کا یہ بیان معمر کی جلالت علمی کے لیے بہت اہم ہے۔ تاہم یہ کہنا بھی غلط ہو گا کہ تحریر شدہ مواد کا علم کے فروغ میں کوئی کردار نہیں رہا۔ اساتذہ نے اپنے قریبی شاگردوں اور معتمد لوگوں کو اپنے ذاتی نسخے بھی عطا کیے ہیں۔ اس طرح کے نسخے طلبہ کے ذاتی لیکچر نوٹس اور بعد کی نسلوں میں شائع شدہ کتابوں کے درمیان کی چیزیں ہیں۔ معمر نے ایسا نسخہ ایک موقع پر اپنے بصرے کے ساتھی ایوب سختیانی کے لیے مرتب کیا جب دوسرے موقع پر اپنے شاگرد عبد الرزاق الصنعانی کے لیے ترتیب دیا۔ مغازی کی ترتیب ایک ایسا کام ہے کہ جو معمر کے حصول علم کی جستجو کی علامت ہے، یعنی معمر نے زہری سے درس لیا اور اپنے استاد کے دروس کو قلم بند کیا بعد میں اس مسودے کو اچھی طرح چھان بین کے بعد اہل علم کے سامنے پیش کیا یہ کوئی زہری کا ذاتی مسودہ نہیں تھا۔ معمر کی مغازی اگرچہ استاد کے دروس جو اپنے تلامذہ کو دیے تھے سے ماخوذ ہے لیکن صرف یہی نہیں بل کہ اس طرح دیگر مسودات کو بھی چھان پھٹک کے بعد مختلف عناوین کے تحت اس میں شامل کر کے پیش کیا گیا۔[10]

اساتذہ:

معمر کے اساتذہ میں اس وقت کی عام روایت کے مطابق اساطین علم شامل ہیں، جن میں سے اکثر اپنی واضح اور نمایاں شناخت رکھتے ہیں، ان میں نمایاں ترین نام ہمام بن منبہ اور بن شہاب زہری کا ہے، دیگر اساتذہ میں ثابت البنانی، عاصم الاحول، قتادہ، عمرو بن دینار، زید بن علاقہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ایوب سختیانی، محمد بن زیاد جمحی، جعد بن عثمان، زید بن اسلم، صالح بن کیسان، عبد اللہ بن طاؤس، جعفر بن برقان، حکم بن ابان، اشعث بن عبد اللہ الحدانی، اسماعیل بن امیہ، ثمامہ بن عبد اللہ، بھز بن حکیم، سماک بن الفضل، عبد اللہ بن عثمان بن خثیم، عبید اللہ بن عمر العمری، محمد بن المنکدر، عطاالخراسانی، عبد الکریم الجزری شامل ہیں[11]۔ اس طرح عروہ بن زبیر کے صاحب زادے اور ان کی کتاب مغازی سے ایک راوی ہشام بن عروہ سے بھی معمر کو شریف تلمذ حاصل ہے، اور کم از کم ایک روایت مغازی معمر بن راشد میں ہشام سے محفوظ ہے۔[12]

روایات سیرت میں معمر نے دو بڑے اساتذہ و سیرت ابن شہاب زہری اور عروہ بن زبیر سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا ہے، چناں چہ حضرت عروہ کے ایک راوی اور ان کے صاحب زادے حضرت ہشام سے بھی انہیں تلمذ حاصل ہے۔ اس طرح ہمام بن منبہ سے بھی انہوں نے ملاقات اور کسب فیض کیا ہے[13]۔ جب کہ ابن شہاب زہری سے تو کتاب کا بڑا حصہ منقول ہے۔ اس طرح خود بن شہاب زہری کی سند سے بھی مروی بیانات میں حضرت عروہ کی مرویات موجود ہیں، ایسا متعدد مقامات پر موجود ہے[14]۔ لیکن آپ کی روایات سیرت اپنے عہد کے دو بڑے محدثین عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں، یہ دونوں الگ الگ المصنف نامی کتب کے مولف ہیں، خاص طور پر ابن ابی

شیبہ کی کتاب المصنف ہم تک پہنچنے والی سب سے مفصل اور ضخیم کتاب حدیث ہے۔ ابن ابی شیبہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ امام بخاری اور امام مسلم سمیت صحاح ستہ میں سے پانچ کتب کے مولفین کے استاد ہیں، اس طرح معمر اپنے شاگرد ابن ابی شیبہ کے واسطے سے صحاح خمسہ کے استاد الاستاد قرار پاتے ہیں۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں دو نام تو بہت نمایاں ہیں اور معروف بھی، ایک عبد الرزاق، "المصنف" کے مولف اور دوسرے ابن ابی شیبہ وہ بھی "المصنف" کے مولف ہیں۔ دونوں کے ہاں آپ کی کتاب المغازی روایت ہوئی ہے، اس طرح کہ عبد الرزاق کے ہاں تو صرف ایک روایت کے فرق سے من و عن پوری کتاب المغازی موجود ہے۔ ان دونوں جلیل القدر حضرات محدثین کے علاوہ معمر بن راشد کے تلامذہ میں ان کے شیوخ میں سے ابو اسحاق السبیعی، یحییٰ بن ابی کثیر، ایوب اور عمرو بن دینار شامل ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن سے معمر بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ حضرات بھی معمر سے روایات کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک، غندر، ابن علیہ، یزید بن زریع، ہشام بن یوسف، سعید بن ابی عروبہ، ابان العطار، ابن جریج، عمران القطان، ہشام الدستوائی، سلام بن ابی مطیع، شعبہ، عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ، عیسیٰ بن یونس، معتمر بن سلیمان، عبد اللہ بن معاذ، عبد المجید بن ابی رواد، عبد الواحد بن زیاد، ابن علیہ، ابو سفیان العمری بھی معمر بن راشد کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔[15]

مقام و مرتبہ:

معمر بن راشد کا مقام اس امر سے بھی واضح ہے کہ بعد میں آنے والے تمام ہی ثقہ مولفین نے ان سے استفادہ بھی ہے، اور ان کی بیان کردہ روایات نقل کی ہیں۔ معمر بن راشد حدیث اور سیرت دونوں کے راوی ہیں، دونوں حیثیتوں میں انہیں قبول کیا گیا ہے، اور ان کے مقام کو ائمہ حدیث، سیرت اور ائمہ جرح و تعدیل نے تسلیم کیا ہے، چناں چہ آپ نے یمن میں احادیث مبارکہ کا پہلا مجموعہ مرتب کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل آپ کے متعلق فرماتے ہیں: تم جس کے ساتھ معمر کا مقابلہ کر کے دیکھو معمر کو اس سے برتر ہی پاؤ گے[16]۔ عبد الرزاق کہتے ہیں: میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں[17]۔ ابن جریج فرماتے ہیں: معمر سے علم حاصل کرو۔ اس زمانے میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے[18]۔ صاحب العبر فرماتے ہیں: کان معمر صالحا خیراً[19]۔ صاحب شذرات الذہب نے امام معمر کے بارے ابن ناصر الدین کے الفاظ اس طرح بیان کیے ہیں: وقال ابن ناصر الدين معمربن راشد بن ابي راشد ابي عمروالازدي، مولاهم البصري، عالم اليمن، ثقة، حجة، ورع[20]۔ یعنی معمر بن راشد بن ابو راشد ابو عمرو الازدی آزاد کردہ غلام ہیں، یمن کے عالم ہیں، ثقہ، حجت اور متقی ہیں۔ معمر بن راشد کا حدیث میں مقام بھی متعین اور مضبوط ہے، چنانچہ اس حوالے سے محدثین کے نہایت بلند اقوال معمر بن راشد کی شان میں موجود ہیں۔ احمد العجلی کہتے ہیں: معمر ثقہ اور نیک مرد ہیں[21]۔ عثمان بن سعید دارمی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ آپ کو ابن عینیہ پسند ہیں یا معمر، بولے معمر۔ پھر پوچھا کہ معمر زیادہ پسند ہیں یا صالح بن کیسان؟ بولے معمر، پھر پوچھا کہ معمر زیادہ پسند ہیں یا یونس، بولے معمر، پھر پوچھا معمر زیادہ پسند ہیں، یا زہری، یا مالک تب بولے مالک، پھر پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زہری سے روایات نقل کرنے والوں میں

زیادہ مضبوط شخصیت سفیان ہیں، بولے کہ یہ ان کا خیال ہے جنہوں نے سفیان سے نقل کیا ہے۔(یعنی معمر ہی مضبوط ہیں)[22]۔اسی طرح یحیٰ بن قطان کہتے ہیں کہ زہری سے روایات نقل کرنے والوں میں پہلے درجے میں مالک ہیں، پھر ابن عیینہ پھر معمر[23]۔ذہبی نے دوسرے مقام پر معمر کے لیے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:وکان من اوعیة العلم، مع الصدق، والتحری، والورع، والجلالة وحسن التصنیف۔[24]

کتب: معمر بن راشد کی کتب میں تین نام ملتے ہیں۔

الجامع: اس کے راوی آپ کے شاگرد عبد الرزاق ہیں، اور ان کی کتاب المصنف میں ان ہی کی سند سے یہ پوری منقول اور موجود ہے۔

التفسیر: ایک تفسیر بھی معمر کیطرف منسوب ہے، یہ کتاب بھی عبد الرزاق کے ہاں ہی ملتی ہے، مصنف کے علاوہ اس کا الگ سے ثبوت نہیں۔

کتاب المغازی: یہی کتاب المغازی جس کا ذکر ان سطور میں مطلوب ہے۔ معمر کی کتاب المغازی کا معاملہ بھی دل چسپ ہے، معمر کی یہ پوری کتاب ان کے شاگرد عبد الرزاق کی المصنف کی جلد پانچ میں روایت نمبر 9718 سے 9784 تک موجود ہے، یعنی کل 66 روایات پر مشتمل ہے۔ سین ڈبلیو انتھونی کی مرتب کردہ مغازی معمر بن راشد میں بھی یہی ذخیرہ اسی ترتیب سے موجود ہے، البتہ معمر کے دوسرے شاگرد ابن ابی شیبہ کی کتاب المغازی میں خاصا فرق ہے، اس کا ایک سبب ابن ابی شیبہ کی کتاب المغازی کی ضخامت بھی ہے، یہ کتاب 576 روایات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ابن ابی شیبہ کے بہت سے دوسرے اساتذہ سے یہ روایات منقول ہیں، جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔البتہ مغازی ابن ابی شیبہ کا یہ نسخہ دکتور عبد العزیز بن ابراہیم العمری کا مرتب اور مدون شدہ ہے، اور المصنف سے مختلف ہے، جو الگ سے مخطوطات سے مرتب کیا گیا ہے، تصحیح متن کے اعتبار سے یہ نسخہ اہم ہے، مگر اصل متن سے لحاظ سے شیخ عوام کی مرتب شدہ المصنف کے کتاب المغازی اور اس نسخے میں صرف ایک روایت کا فرق ہے، جو ص100 پر رقم 18 کے تحت وکیع عن سفیان کی سند سے منقول ہے۔

اس کے علاوہ معمر کی کتاب المغازی کی روایات تاریخ طبری، ابن سعد اور واقدی کے ہاں بھی ملتی ہیں، چنانچہ طبری میں جلد دوم میں فترۃ وحی، اسعد بن زرارہ کے اسلام لانے کا واقعہ، بنو نضیر اور صلح حدیبیہ کے واقعات معمر کی سند سے درج ہیں۔ اسی طرح طبقات ابن سعد میں بھی متعدد مقامات پر روایات سیرت معمر بن راشد کی سند سے موجود اور محفوظ ہیں۔[25]

معمر بن راشد کی کتاب جو سین ڈبلیو انتھونی کی ادارت سے سامنے آئی ہے، یہ کتاب 1402ء میں نیویارک یونیورسٹی پریس امریکہ سے شائع ہوئی ہے، اس کے مرتب سین ڈبلیو انتھونی نے شکاگو یونیورسٹی سے 2000ء میں پی ایچ ڈی کیا، یہ اسلامی تاریخ کے استاد ہیں، اور یونیورسٹی آف اوریجن میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔اہم ترین بات یہ ہے کہ کتاب کے ابتدائیے اور مقدمے سے کہیں علم نہیں ہوتا کہ اس نسخے کی بنیاد کس پر رکھی گئی ہے؟ کسی مخطوطے پر؟ اگر ایسا ہے تو یہ ایسے کسی مخطوطے کا واضح علم نہیں ہوتا، جو موجود ہو، یا فاضل و مرتب کے سامنے رہا ہو، یا پھر عبد الرزاق کی المصنف پر ہی اس کی بنیاد رکھی گئی ہے؟ مگر اس کا اظہار بھی کتاب کے ابتدائیے میں موجود نہیں ہے۔ یہ قصہ اس لیے بھی دل چسپ ہو جاتا ہے کہ اس کتاب کی سند معمر بن راشد سے نہیں عبد الرزاق سے شروع ہوتی ہے، اس کے برعکس ابن ابی شیبہ کی سند ان کے کسی نہ کسی استاد سے شروع ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر اس حوالے سے سر دست کچھ بھی رائے زنی کرنا خاصا مشکل ہے، مگر اس وضاحت کے بغیر خود مرتب و مدن کتاب کے بارے میں بھی کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی کہ نسخے کی تدوین میں اس کا کتنا کردار ہے۔ یا اس کی حیثیت صرف

کتاب کے مقدمہ نگار اور انگریزی مترجم کی ہے، یہ مرحلہ غور و فکر کا ہے، اس پر اہل علم کی توجہ درکار ہے۔

کتاب کا متن:

کتاب کا متن چند اہم واقعات سیرت پر مشتمل ہے، اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ کل 66 روایات ہیں، جو کتاب کے مرتب شدہ نسخے میں انگریزی ترجمے کے ساتھ ص 2 سے ص 280 تک پھیلی ہوئی ہیں، یعنی عربی متن تقریباً 140 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز باب ما جاء فی حفر زمزم سے ہوتا ہے، جس میں حضرت عبد المطلب کے خواب کا ذکر ہے، اسی باب میں بدء الوحی کی معروف روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، پھر واقعات سیرت شروع ہو جاتے ہیں، اور وحی اور ابتدا میں اسلام لانے والوں کا بیان ہے۔ دوسرا باب حدیبیہ کا ہے۔ پھر بدر، واقعہ ہذیل پر رجیع، بنو نضیر، احد، احزاب و بنی قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین کے عنوانات سے الگ الگ باب قائم کیے گئے ہیں، اور ہر باب میں عام طور پر ایک سے زائد روایات مذکور ہیں۔ البتہ عمومی رجحان کے برعکس ان روایات پر کی ترمیم نہیں کی گئی۔ اس کے فوراً بعد ہجرت حبشہ اور اسکے مہاجرین کی تفصیلات آجاتی ہیں۔ اس کے بعد تبوک اور اس موقع پر سفر سے پیچھے رہ جانے والوں کا بیان ہے، پھر اوس و خزرج، واقعہ افک بیان ہوتے ہیں، ان واقعات سیرت کے بعد اچانک اصحاب الاخدود اور اصحاب کہف کا بیان آتا ہے، پھر بیت المقدس کی بنیاد کھڑی کرنے کا قصہ سلیمانؑ مذکور ہے، اس کے بعد پھر وفات نبوی کی تفاصیل پھر بیعت ابو بکر اور مشورے کے موقع پر حضرت عمر کا بیان مذکور ہے، پھر درمیان میں غزوہ ذات اسلاسل کا بیان آجاتا ہے، پھر فتح مکہ کے موقع پر پیش آنے والے ایک واقعے کا ذکر ہے، جو حدیث حجاج بن علاط کہلاتا ہے۔

کتاب کے آخری حصے میں خصومت علی و عباس رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عمر پر ابو لولو کے حملے، پھر حضرت عمر کی جانب سے خلافت کے لیے مجلس شوریٰ کی تشکیل، جنگ قادسیہ اور آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر ہے۔ یوں یہ کتاب اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ اس تفصیل سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

الف: مغازی سے یہاں بھی صرف غزوات نہیں سیرت طیبہ مراد ہے، اس لیے مغازی کے علاوہ بھی واقعات سیرت اس کتاب کا حصہ ہیں۔

ب: واقعات سیرت کو تاریخی ترتیب سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔

ج: روایات سیرت کے ساتھ خلافت راشدہ کے ابتدائی چند واقعات بھی اس مختصر مجموعے کا حصہ ہیں۔

بہ ہر کیف یہ اہم مصدر سیرت ہے، جو اچھی ادارت اور تدوین کے ساتھ شائع ہوا ہے، اور ابن شہاب زہری کے اہم تلامذہ میں سے ایک شاگرد کی اہم کتاب سامنے آئی ہے، اس سے قبل محمد ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے کئی ایک نسخے اپنی اصل صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ دوسرے شاگرد موسیٰ بن عقبہ کا کام بھی دوسرے مصادر سے کم از کم دو جگہوں پر مرتب ہو چکا ہے، اس کے بعد اس مجموعے کی اشاعت اس سلسلہ مغازی کے اہم حصے کی تکمیل ہے[26]۔ اہم بات یہ ہے کہ صلاح الدین المنجد اور فواد سیزگن نے بنیہ عبود کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس نے شکاگو سے اس کا ایک حصہ شائع کیا ہے۔ فواد سیزگن کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہیں مغازی معمر بن راشد کا ایک حصہ قدیم جلد میں میسر آیا ہے[27]۔ کتاب کا مقدمہ بھی نہایت اہم مباحث پر مشتمل ہے فاضل مرتب نے بہت سے سوالات اٹھائے ہیں۔ مثلاً ابتدا ہی میں وہ اس سوال کا

جواب دیتے ہیں کہ آخر کیا وجہ کہ ابتدائی کتب سیرت ہم تک نہیں پہنچ سکیں، انکے الفاظ میں اس کا سبب یہ تھا کہ ابتدائی مسلمانوں کا خیال تھا کہ پہلے ہی مرحلے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کی جانب توجہ سے ممکن ہے کہ اہم اور مقدس ماخذ قرآن کریم کی طرف سے توجہ میں کمی واقع ہو جائے اس کمی کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تدوین قرآن سے پہلے عربی زبان ابھر کر اس مقام پر نہیں آئی تھی کہ اس میں سیرت نگاری جیسا کوئی کام انجام دیا جا سکتا ہو۔[28]

وہ یہ سوال بھی اٹھاتے اور اس پر بحث کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی اور ان کی سیرت کو بیان کرنے والی اس طرح کی بالکل ابتدائی طور پر لکھی جانے والی کتابوں کے درمیان تاریخی طور پر پایا جانے والا یہ وقفہ ان جدید مورخین کیلئے کافی دل چسپی کا باعث ہے جو اپنے مقاصد کیلئے اس طرح کی صورت حال کو خوب استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور یوں بحث مباحثہ چل نکلتا ہے کہ کیا تاریخی محمد (ﷺ) کے بارے میں ہم بہت کچھ جان سکتے ہیں کہ نہیں اور اس دوران ان مآخذ کو پیش کرتے ہوئے ایک دوسرے کو چیلنج بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں لفظ "تاریخی محمد" سے کیا مراد ہے؟ اس لفظ سے عصر حاضر کے مؤرخین محمد (ﷺ) کی زندگی، ان کا ترکہ، ان کی انسان دوستی، ان کی آفاقیت اور ان کے دائمی و تاریخی ہونے کو تعبیر کرتے ہیں۔ اس لفظ سے پیغمبر اسلام کی منفرد زندگی کی تشریح مراد ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ تشریح اس تصور سے بالکل مختلف ہی ہو جو پیغمبر اسلام کی پیروکاروں نے صدیاں گزرنے کے بعد ان کے بارے میں قائم کیا ہے یا اس تصور کے، جو مخالف عقائد کے حامل لوگوں نے اپنے معاندانہ مذہبی رویوں کے باعث قائم کیا ہو۔ مرتب کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام کے فرامین اور اعمال کو محفوظ بنانے کیلئے عہد اول کے مسلمانوں نے ایک اور کام شروع کیا جو خاصا آہستہ لیکن سرگرمی سے بھرپور تھا یہ عمل بھی قرآن کی تدوین کے ذرا متوازی چل رہا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں ایک اور مقدس مجموعہ مرتب ہوا جس کو مجموعہ احادیث کا نام دیا گیا۔ حدیث کے لفظی معنی قول کے ہیں لیکن پیغمبر اسلام کی باتوں کو اصطلاحاً حدیث کا نام دیا گیا۔ قرآن کی تدوین کے برعکس جو چند دہائیوں میں مکمل ہو چکا تھا حدیث کی کتابوں کو مرتب کرنے میں صدیاں لگ گئیں[29]۔ مرتب یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ سیرت کیلئے مغازی کا لفظ کیا اہمیت اور کیا معنویت رکھتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایکسپیڈیشنز (مغازی) کے نام سے جو مجموعہ آپ کے سامنے ہے یہ حدیث کی خاص ذیلی قسم روایاتِ مغازی پر مشتمل ہے حدیث کی یہ قسم پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کے مخصوص واقعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس قسم کی احادیث کا انتخاب اور حدیث کی مخصوص قسم میں ان کو جمع کرنا ایک طرح سے ان کی زیادہ اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ (Cf. Gorke, "The Relationship between Maghazi and Hadith")۔ عربی زبان کا لفظ مغازی موجودہ زمانے میں مستعمل لفظ "بائیوگرافی" کا متبادل نہیں ہے۔ مغازی لفظ مغزا کی جمع ہے جسکے لفظی معنی وہ جگہ جہاں جنگی معرکہ (غزوہ) واقع ہوا ہو۔ یہاں میں نے جو عنوان "ایکسپیڈیشنز (جنگی مہمات)" کا اختیار کیا ہے اس پر بھی کام کی ضرورت ہے جیسا کہ کچھ وضاحت اوپر کر دی گئی ہے۔ یہاں انگریزی زبان بولنے والے مخاطبین کی طرف سے بھی ایک سوال اٹھ سکتا ہے کہ اس کتاب میں بیان کی جانے والی روایات کو "محمد کی جنگی مہمات کے" عنوان کے تحت کیوں ذکر کیا جاتا ہے، سوانح حیات کا عنوان کیوں نہیں دیا جاتا؟ جیسا کہ اکثر اوقات ترجمے کے ساتھ پیش آتا ہے، یہاں بھی انگریزی میں لفظ (Expeditions) عربی زبان کے لفظ مغازی کا پورا پورا مفہوم ادا نہیں کر رہا۔ اس کتاب کے مضامین کا بہت سارا حصہ جنگی مہمات کے مضامین سے ہٹ کر ہے اگرچہ بعض حصہ جنگی کرتبوں کی

تابناکیوں سے متعلق ضرور ہے[30]۔

لفظ مغازی پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے کئے جانے والے حملوں اور اہم جنگوں کے مخصوص مقامات کی نشان دہی کرتا ہے، جب کہ دوسری طرف یہی لفظ مجازی معنوں کے لیے بھی استعمال ہو رہا ہے یعنی چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار کاروائیوں اور جھڑپوں کے واقعات کیلئے۔ مغازی مقدس یادگار مقامات کو بھی کہا جاتا ہے یعنی ان تمام واقعات کا مجموعہ جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ مغزی وہ مقام ہے جہاں کوئی یادگار واقعہ رونما ہوا ہو۔ ذرا اور پھیلائیں تو مغازی سے مراد محمد (ﷺ) اور ان کے پیروکاروں کے وہ تمام مقدس تاریخی واقعات ہیں جو مجموعی طور پر بعد کے لوگوں کے لیے یادگار اثرات چھوڑے ہیں۔[31]

مرتب کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ کتاب المغازی کوئی عام روایتی طرز پر لکھی جانی والی کتاب نہیں ہے کہ ایک مولف اس کی تالیف کرتا ہے بلکہ یہ استاد شاگردوں کی مشترکہ کوششوں کے ایک طویل سلسلے کا نتیجہ ہے جس میں تین جید علماء مصروف رہے۔ ان میں سے مدینے کے ابن شہاب الزہری (م 124ھ)، بصرے کے معمر ابن راشد (م 153ھ) اور صنعا کے عبد الرزاق ابن ھمام (م 211ھ) شامل تھے۔ مذکورہ لوگوں میں سے خاص کر آخر کے دو حضرات کی کوششوں سے کئی کتابیں وجود میں آئیں اور ہم تک پہنچیں، کتاب المغازی ان میں سے ایک ہے[32]۔ استاد شاگرد کی باہمی کوششوں کے اس سلسلہ وار حصے کو سمجھنا اس لیے اہم ہے کہ اس سے یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ یہ کتاب کیسے وجود میں آئی؟ بل کہ اس کتاب کی ساخت کو سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔[33]

یہاں اس بحث کی روشنی میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اصل میں لفظ مغازی یہاں اپنے لغوی معنی میں نہیں، اصطلاحی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے یہاں اسکے معنیٰ نہیں خاص اصطلاحی مفہوم ہی مراد ہو گا، اور وہ مفہوم "سیرت" کے اہم معنیٰ ہے، یہی سبب ہے کہ عام طور پر محمد بن اسحاق کی کتاب مغازی کے نام سے معروف ہے، جب کہ اس کی تہذیب اور جدید شکل ان کے شاگرد ابن ہشام کی کتاب السیرہ النبویہ کے نام سے۔ اس مثال سے اس بحث کا مفہوم سہولت سے متعین ہو سکتا ہے۔

مرتب نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ کیا یہ کتاب معمر کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے، اور جواب یہ دیا ہے اور بالکل درست دیا ہے کہ معمر ہی وہ مرکزی شخصیت ہیں، جو اس کتاب کی عبارتوں کے ذمے دار ہیں[34]۔ اس حوالے سے مزید یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ یہ اسلوب مسلمانوں کا خاص اسلوب تحریر ہے جو تحریر و تدریس سے مرکب ہے، اس میں مولف صرف کتاب تحریر نہیں کرتا، بلکہ اسے بہ ذریعہ تدریس آگے منتقل بھی کرتا ہے، اس کے نتیجے میں دو طرح کے تلامذہ تک یہ روایت درساً اور تحریراً منتقل ہوتی ہے، ایک وہ جو من و عن اسے آگے اپنے تلامذہ تک منتقل کر دیتے ہیں، اس طرح کتاب کا علمی سفر جاری رہتا ہے، جیسا کہ یہاں معمر کی مغازی عبد الرزاق کی المصنف میں نظر آتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے اس موضوع پر اس کی کتاب حاصل کر کے اس موضوع پر اپنے دیگر اساتذہ سے استفادہ کرتا ہے، اور سب کا نتیجہ اپنی تالیف میں جمع کر کے پھر اس کی تدریس شروع کر دیتا ہے، یوں ایک نئی کتاب اس موضوع پر موجود پزیر ہو جاتی ہے، جیسا کہ معمر کے دوسرے شاگرد ابن ابی شیبہ کے ہاں نظر آتا ہے۔

معمر نے ابتدائی سیرت نگاری کا بھی جائزہ کیا ہے، ابن اسحاق اور معمر کا تقابل بھی کیا ہے، یقیناً اس تقابل میں ابن اسحاق کو بھی ترجیح

حاصل ہونی چاہیے، مگر مرتب کے اس موقع پر حاصل شدہ نتائج سے اتفاق مشکل ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کے کام نے معمر کے کام کو معمولی بنادیا ہے[35]۔ ایسا قطعاً نہیں۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ معمر نے صرف اپنی سند سے ابن شہاب زہری کی روایات آگے منتقل کر دی ہے ں، جب کہ ابن اسحاق نے اس میدان میں اختصاص پیدا کیا ہے، یہی سبب ہے کہ وہ زہری کے شاگرد ہونے کے باوجود چند روایات میں زہری کے استاد بھی قرار پاتے ہیں، اور زہری ان سے روایات نقل کرنے میں تامل محسوس نہیں کرتے۔

مرتب کی اس پوری بحث کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

خلاصہ یہ کہ معمر بن راشد کی کتاب المغازی کثیر الجہت اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ دوسری صدی ہجری کا سب سے پرانا تحریری مواد ہونے اور نوع مغازی کا سب سے پہلا نمونہ ہونے کے علاوہ معمر کا کام اس گزری ہوئی تہذیبی و تمدنی تاریخ کا بھی قیمتی نمونہ ہے جس نے عربی زبان کو تحریر کا ذریعہ بنتے ہوئے مشاہدہ کیا ہے۔ یہ کتاب ماہرین اور عام لوگوں میں سے دونوں کے لیے مفید ہے، کیوں کہ اس میں محمد (ﷺ) اور ان کے متبعین کی ابتدائی اور اصلی تاریخ موجود ہے۔ چنانچہ یہ آج کے لوگوں کیلئے ایک ناگزیر کھڑکی کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی مسلمانوں نے اپنے پیغمبر اور اس کی مقدس تاریخ کو کس انداز سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔[36]

حوالہ جات

---

[1] سین ڈبلیو انتھونی، مغازی معمر بن راشد، نیویارک یونیورسٹی پریس، نیویارک، 2014ء، مقدمہ: صxxiii

[2] ایضاً

[3] ذہبی، تاریخ الاسلام، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2005ء، ج4، ص293، رقم 3496۔ بخاری، التاریخ الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء، ج7، ص255

[4] مغازی معمر بن راشد، مقدمہ، صxxi

[5] العسقلانی، تهذیب التهذیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2004ء، ج6، ص364

[6] ذہبی، تاریخ الاسلام، ج4، ص293، رقم3496

[7] بخاری، التاریخ الکبیر، ج7، ص255

[8] ایضاً

[9] مقدمہ مغازی، صxxi

[10] مقدمہ مغازی، صxxvi:

[11] العسقلانی تهذیب التهذیب، ج6، ص363، رقم8035۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج4، ص293

[12] دیکھیے واقعہ بدر، ص56

[13] ابن العماد الحنبلی، شذرات الذہب، دارالکتب، بیروت، ج1، ص235

[14] ملاحظہ کیجیے: ص12، 26، 50، 66، 76، 106، 110، 112، 116، 120، 124، 148، 178، 200، 248، 278، 280، 301

[15] تهذیب التهذیب، ج6، ص363۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج4، ص293

[16]شذرات الذہب، ج1، ص235

[17]ذہبی، تذکرہ الحفاظ، ج1، ص163

[18]ایضاً

[19]ذہبی، العبر فی خبر من غبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج1، ص169

[20]شذرات الذہب، ج1، ص235

[21]ذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج4، ص294

[22]ذہبی، تاریخ الاسلام، ایضاً

[23]ذہبی سیر علام النبلا، مؤسسة الرسالہ، بیروت، 1424ھ، ج5، ص239

[24]ایضاً

[25]ملاحظہ کیجیے: ابن سعد، الطبقات، داراحیا التراث العربي، بیروت، 1996ء، ج2، ص272، 276، 300 اور 496

[26]الحمدللہ شش ماہی، السیرہ عالمی میں دو حصوں میں یہ مکمل کتاب مرتب کے مقدمے کے ساتھ اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے، یہ ترجمہ شدہ کتاب ڈاکٹر محمد یونس خالد کے قلم سے ہے، اور اب یہ کتابی صورت میں جلد ان شاءاللہ ایوان سیرت کراچی سے شائع ہو رہی ہے۔ ملاحظہ کیجیے شمارہ 36، 37، شمارہ جون 2016ء، جنوری 2017ء

[27]فواد سیزگن، تاریخ التراث الوبی قم، مکتبة آیة اللہ العظمی المرعشی، 1412ھ: ج1، الجزءالثانی، ص93۔ صلاح الدین المنجد، معجم ما الف عن رسول اللہ ﷺ، دارالکتب الجدید، بیروت، 1982ء، ص136

[28]معمر بن راشد، کتاب المغازی، مقدمہ، ص xvii

[29]حدیث کا بہترین اور رواں تعارف نیز حدیث سے قانون کی تشکیل کے بارے میں براؤن کی کتاب Hadith موجود ہے تاہم حدیث اور ابتدائی مراحل میں اس کی ترسیل کے بارے میں براؤن کا رجحان ذرا مختلف ہے۔ اس کیلئے دیکھیے رین ہارٹ کی کتاب Juynbolliana 436 off ۔(حاشیہ مرتب کتاب)

[30]پڑھنے والوں کو یہ جان کر حیرانی ہو گی کہ اس پوری عبارت میں لفظ جہاد صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔ دیکھئے 13.2 (حاشیہ مرتب کتاب)

[31]معمر بن راشد، کتاب المغازی، مقدمہ، ص xvii

[32]یہ کام پیغمبر کی روایات کے دو مجموعوں پر مشتمل ہے۔ صحیفہ ہمام بن منبہ اور عبدالرزاق کی تفسیر قرآن۔ اس کیلئے دیکھئے ایچ موٹزکی کتاب "عبدالرزاق الصنعانی"۔ (حاشیہ مرتب کتاب)

[33]معمر بن راشد، کتاب المغازی، مقدمہ، ص xviii

[34]ایضاً

[35]معمر بن راشد، کتاب المغازی، مقدمہ، ص xxvii

[36]معمر بن راشد، کتاب المغازی، مقدمہ، ص xxix